احمد رضا بریلوی کی شہرت کے اسباب

از: شبنم خاتون (ریسرچ اسکالر)،
بنارس یونی ورسٹی، بنارس

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بیک وقت ایک جید عالم، صاحب نظر فقیہ، مسکت مناظر، محتاط محدث، عربی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر، زبردست صوفی اور سترّ مجرد نقلی و عقلی علوم وفنون پر ید طولیٰ رکھتے تھے، جس کی شاہد عدل ان کی تقریباً ہزار سے بھی متجاوز شاہ کار تصانیف ہیں۔

آج نہ صرف عرب وعجم بلکہ یورپ کی یونی ورسٹیوں میں بھی آپ کے علمی و دینی کارناموں پر ریسرچ ہو رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی عربی شاعری اور عربی نثر نگاری سے عربی یونی ورسٹی جامعہ ازہر، مصر کے اساتذہ اس قدر متاثر ہوئے کہ علامہ بریلوی پر خود بھی تحقیقی مقالات لکھے اور تلامیذ کو بھی ان پر ریسرچ کروائی۔ جامعہ ازہر نے احمد رضا بریلوی کی عربی انشا پردازی اور شاعری کے محاسن پر خاص توجہ دی۔ پاکستان کے محقق ممتاز احمد سدیدی نے جامعہ ازہر سے فاضل بریلوی کی عربی شاعری پر ایم۔فل (M.Phil) کیا بعنوان ''الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی - شاعراً عربیاً''۔ جامعہ ازہر کے ہی استاد حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے احمد رضا بریلوی کی مختلف تصانیف سے سو (۱۰۰) عربی اشعار جمع کر کے اس کو ''بساتین الغفران'' کے نام سے مرتب کیا۔ اور ساتھ ہی ''حدائق بخشش'' حصہ اوّل و دوم کا منثور ترجمہ بھی کیا ہے۔ انہوں نے ایک تحقیقی مقالہ ''الامـــــام الاکبـــر المجدد محمد احمد رضا خان والعالم العربی'' قلم بند کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے احمد رضا خاں بریلوی کے ۸۰ ویں عرس پر جامعہ ازہر، قاہرہ سے ایک مجلّہ شائع کیا جس کا عنوان ہے ''الکتاب التذکاری...... مولد الامام احمد رضا خان'' (قاہرہ ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) اس مجلّے میں عربی اور اردو میں مقالات ہیں۔ ڈاکٹر حازم المحفوظ نے محدّث بریلوی کے مشہور سلام کو عربی میں منثور کیا۔ اسی عظیم اور قدیم یونی ورسٹی کے ایک اور فاضل استاد ڈاکٹر حسین مجیب المصری ہیں جو مصر کے جلیل القدر استاد اور فاضل ہیں، انہوں نے اس سلام کو عربی میں منظوم کیا اور یہ عربی سلام ''المنظومة السلامیة فی مدح خیر البریة'' کے عنوان سے منظر عام پر آیا۔ یہ سلام منظوم ۱۵۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک فاضلانہ تقدیم ۷۔۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ پھر سلام پر گفتگو ہے ۸۷ سے ۱۰۵ صفحات پر مشتمل۔ اس کے بعد عربی منظوم سلام ہے ۱۰۷۔۱۳۶ صفحات پر مشتمل اور آخر میں سلام کا اردو متن ہے ۱۳۷ تا

۱۵۰ صفحات پر۔ پھر مراجع ہیں ۱۵۰ تا ۱۵۴ صفحات پر مشتمل۔ نیز ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے دیوان ''حدائق بخشش'' کے اردو کلام کا منظوم عربی ترجمہ کیا ہے جو مصر سے ''صفوة المديح'' (۲۰۰۱ء) کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جلال الدین چاٹگامی، بنگلہ دیش نے قاہرہ یونی ورسٹی سے ''امام احمد رضا القادری وجهوده في مجال العقيدة الاسلامية في شبه القارة الهندية'' کے عنوان سے ایم۔ فل (M.Phil) کیا۔ مولانا شاہ مشتاق شاہ الازہری نے جامعہ ازہر سے ہی محدث بریلوی کی فقہی خدمات کے حوالے سے ایم۔فل کیا۔ ڈاکٹر مسز اوشا سانیال نے کولمبیا یونی ورسٹی نیویارک سے بعنوان:
"Devotional Islam and Politics in British India (Ahmad Reza Khan Bareilivi and his Movement 1920-1970)"
پر پی ایچ ڈی کیا اور اس میں انہوں نے یہ ثابت کیا کہ علامہ بریلوی، انگریزوں کے ہم درد نہیں تھے، بلکہ ان کے سخت مخالف تھے۔ اس طرح بیرونی ممالک کے علاوہ پاکستان کی بیش تر یونی ورسٹی (جامعات) میں بھی فاضل بریلوی کے مختلف پہلوؤں پر کام ہو چکا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے۔ اب تک مولانا بریلوی پر تقریباً ۸۰۰ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اور اب تک کی معلومات کے مطابق ۳۱ پی۔ ایچ۔ ڈی (Ph.D) اور ایم۔فل (M.Phil) رجسٹرڈ ہوئی ہیں۔ جن میں بیش تر مکمل ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور کچھ کی تھیسس اپنے آخری مرحلے پر ہیں۔

کسی بھی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر اتنی تعداد میں کتابیں لکھی جانا، اس کی شہرت کا سب سے بڑا سبب اور اس کی عبقری شخصیت کی دلیل ہے۔ واقعی میں احمد رضا نے اپنے دینی اور علمی کارناموں کی وجہ سے طرۂ امتیاز پر پہنچ کر وہ شہرت اور مقبولیت حاصل کی جس کی وجہ سے علم کے شائقین کو ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

آپ کی شہرت کا سبب نہ صرف علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی کارنامہ ہے بلکہ آپ کے ممدوحین اور مخالفین کی لمبی فہرست بھی ہے۔ بعض اربابِ علم و دانش جو خود بھی آپ کے بعض نظریات سے اتفاق نہیں رکھتے تھے لیکن باوجود اس کے محدث بریلوی کے علمی و ادبی کارناموں اور مختلف علوم وفنون پر بے پناہ صلاحیتوں کے معترف تھے۔ اور کہیں نہ کہیں اہل علم و دانش نے مولانا بریلوی کی صلاحیتوں کا اعتراف بھی کیا ہے۔ جیسے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا عبدالحیٔ رائے بریلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد الیاس، مولانا علی میاں ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، مولانا شاہ معین الدین ندوی، ڈاکٹر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ)، پروفیسر حاکم علی، حکیم محمد سعید ندوی وغیرہ۔

پنجاب یونی ورسٹی (لاہور) سے ایک ادبی و ثقافتی انسائیکلو پیڈیا شائع ہوا۔ اس انسائیکلو پیڈیا کی دوسری جلد کے ساتویں باب میں پروفیسر عبدالقیوم نے امام احمد رضا کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''آپ ایک بہت بڑے مناظر تھے۔ ۱۸۵۶ء/۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ معقولات و منقولات میں یکساں درک رکھتے تھے۔ علوم متداولہ اپنے والد مولانا نقی علی خاں سے اور حدیث کی سند سید دحلان مکّی اور عبدالرحمٰن سراج مکّی سے لی۔ ۱۹۲۱ء/۱۳۴۰ھ میں فوت ہوئے''۔ ۳

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد (پاکستان) کے شعبۂ بنیادی سائنس کے پروفیسر ابرار حسین صاحب نے ''فوزِ مبین در ردّ حرکت زمین'' پر کام کرکے مغربی دنیا میں محدّث بریلوی کے اس علمی کارنامے کو متعارف کرایا۔

احمد رضا بریلوی عبقری شخصیت کے حامل تھے۔ عالمِ اسلام میں ان کی شہرت اور مقبولیت کے سبب اہلِ علم و دانش نے ان پر خامہ فرسائی کی، چاہے وہ محدّث بریلوی کے معترف ہوں یا معترضین۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ڈاکٹر حامد علی خاں نے آپ کی شخصیت اور علمی و ادبی کارناموں سے متاثر ہوکر کہا:

''آپ ہی جیسے ستودہ صفات سے متصف انسان کے لیے بجا طور پر شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا جاسکتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے ۔۔۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ اپنی متنوع حیثیات سے منفرد تھے۔ اور آپ کی ہستی کو صفاتِ حسنہ کی جامع شخصیت کہا جاسکتا ہے۔ لہٰذا آپ کے بارے میں خامہ فرسائی کرنے کا ارادہ کوئی معمولی کام نہیں۔ اگر آپ کے حالاتِ زندگی، مشاغلِ حیات اور علمی کارناموں وغیرہ پر کوئی اکیڈمی لگن کے ساتھ کام کرے تو تحقیق کا کچھ حق ادا ہوسکتا ہے''۔ ۴

ہندستان سے لے کر انگلستان تک مولانا بریلوی کی شہرت کا پرچم لہرا رہا ہے۔ لندن یونی ورسٹی کے شعبۂ ابلاغیات کے صدر پروفیسر حنیف اختر فاطمی نے ۱۹۷۳ء میں احمد رضا کے اردو ترجمۂ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا۔ پروفیسر فاطمی ۱۹۸۰ء میں پاکستان آئے اور کراچی میں ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد سے ملاقات کی۔ پروفیسر فاطمی نے دورانِ گفتگو فرمایا کہ جب میں ترجمہ مکمل کرچکا تو ایک عیسائی فاضل سے ملاقات ہوئی، اُس نے کہا کہ میں اسلام کا مطالعہ کررہا ہوں، قرآن کریم کے بہت سے انگریزی ترجمے دیکھے مگر دل کو اطمینان نہیں ہوا۔ میں نے جواباً فرمایا کہ میں نے بھی ایک ترجمہ کیا ہے اس کو بھی پڑھ لیں۔ چنانچہ مسوّدہ اُس کو دے دیا۔ جب وہ عیسائی فاضل یہ ترجمہ پڑھ چکا تو اتنا متاثر ہوا کہ مشرف با اسلام ہوگیا۔ ۵

یہ ترجمہ انگلستان اور لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر فاطمی آپ کی عربی تصانیف پر بھی کام کر رہے تھے کہ زندگی نے وفا نہ کی۔ انگریزی ادب کے پروفیسر غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونی ورسٹی، نیو کاسل۔ انگلستان) نے احمد رضا کے مشہور سلام "قصیدۂ سلامیہ" کے ٦٩ اشعار کا انگریزی میں منظوم ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر قریشی نے "ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" کو انگریزی میں منتقل کیا۔ آپ نے احمد رضا خاں بریلوی کی شاعری پر ایک مضمون لکھا تھا، جو ماہنامہ دی میسج انٹرنیشنل (The Message International) میں شائع ہوا۔ اپنے اس مضمون میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> (ترجمہ انگریزی): "شریعتِ اسلامیہ کے صرف حنفی مکتبِ فکر کے مسائل میں انہوں نے جس ذہن رسا کا ثبوت دیا ہے اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو فضل و کمال کی بلند ترین مسند پر بٹھایا جائے۔ وہ جودتِ طبع او وسعتِ علم کے مالک تھے۔ ان کی نگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہن کی خاص علامت ہے"۔ ٦

پروفیسر غیاث الدین قریشی نے محدث بریلوی کی کتاب "تمہید ایمان بآیات قرآن" کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس کے علاوہ "حدائق بخشش" کی بہت سی نعتوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ کیمرج یونی ورسٹی برطانیہ کے نومسلم انگریز اسکالر ڈاکٹر محمد ہارون نے احمد رضا کے حوالے سے کئی تحقیقی مقالات قلم بند کیے۔ ١٩٨٨ء میں احمد رضا کے ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" اور دیگر کتب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ موصوف "کنزالایمان" کی بنیاد پر قرآن کریم کا سلیس انگریزی ترجمہ اور تفسیر لکھ رہے تھے، کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ٧

اس طرح دیکھا جائے تو یورپ کے ملکوں میں بھی نہ صرف آپ کی تصانیف کو پڑھا اور سمجھا جا رہا ہے بلکہ اس پر انگریزی میں کام بھی کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر خلیل عبدالحمید ازہر یونی ورسٹی "کلیۃ اللغات والترجمہ" میں شعبۂ فارسی کے استاد ہیں۔ انہوں نے احمد رضا کے فارسی کلام کا انتخاب "ارمغانِ رضا" کا عربی نثر میں ترجمہ کیا۔ جبکہ اس نثری ترجمے کو عربی نظم میں کرنے کا بیڑا بین الاقوامی شہرت کے حامل ڈاکٹر حسین مجیب المصری نے اٹھایا ہے۔

عربی زبان میں غالباً سب سے پہلے پروفیسر محی الدین الوائی (ازہر یونی ورسٹی، قاہرہ) جو مسلکاً اہلِ حدیث تھے، نے محدث بریلوی پر ایک وقیع مقالہ لکھا جو قاہرہ کے مشہور جریدہ "صوت الشرق" میں ١٩٧٥ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ ان کے بعد فاضل بریلوی پر عربی زبان میں لکھنے والوں کی فہرست لمبی ہوتی چلی گئی۔

پاکستان کے سابق وزیرِ تعلیم خان محمد خاں نے ۱۹۸۰ء میں "یومِ رضا" کے موقع پر راول پنڈی کے ایک جلسے میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اعلیٰ حضرت کی دینی اور ملّی خدمات کو دیکھ کر حرم پاک کے عظیم عالم سید خلیل مکّی نے انہیں "چودھویں صدی کا مجدّد" کہا اور یہ نعرہ اہلِ سُنّت کا نعرہ بن گیا۔ لبنان کے شہرۂ آفاق مفکر علامہ یوسف نبہانی نے انہیں "امام کبیر" کے لقب سے نوازا...... جن حضرات نے اعلیٰ حضرت کی گراں مایہ کتب کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی وسیع المطالعہ شخصیت کو ملاحظہ کیا ہے اور ان کے وسعتِ علمی کے سمندر میں غوطہ زنی کی کوشش کی...... وہ یقیناً علامہ مکّی اور علامہ نبہانی کی آرا کی تائید کرتے ہیں۔

"ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اربعہ عناصر سے مرکّب ہے، مگر اعلیٰ حضرت کا خمیر تین عناصر سے اُٹھا تھا اور وہ ہیں۔ ۱۔ علم، ۲۔ عمل، ۳۔ محبتِ حبیب خدا ﷺ۔" [۸]

آپ کے علم و فضل کی شہرت نہ صرف ہند و پاک کی سرزمین تک محدود رہی بلکہ عرب و عجم تک جا پہنچی۔ چنانچہ رحمٰن علی اپنی فارسی تصنیف "تذکرہ علمائے ہند" میں لکھتے ہیں:

"در سال نو دو پنجم صدی مذکور (۱۲۹۵ھ) بہ معیت والد ماجد خود بہ زیارت حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً، مشرف شدہ از اکابر علمائے آں دیار آں آ عنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ، سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم یافتہ۔ روز نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواند، بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بلا تعارف سابق، دستِ صاحب ترجمہ گرفتہ بخانۂ خود بُرد و تا دیر پیشانی وے گرفتہ فرمود۔ انی لا اجد نور اللّٰہ من ھذا الجبین.

پس سندِ صحاح ستہ و اجازتِ سلسلۂ قادریہ بہ دستخطِ خاص دادہ فرمودند کہ نامِ تو ضیاء الدین احمد است و سندِ مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط واندو ہم در مکہ معظمہ بہ اسمائے شیخ جمل اللیل موصوف شرح رسالہ جوہرۂ مضیہ در بیانِ مناسکِ حج مذہب شافعیہ کہ از تصانیف شیخ سابق الوصف است، اندر دو یوم نوشتہ و نامِ آں النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوھرۃ المضیۃ مقرر کردہ پیشِ شیخ بُرد، شیخ بہ تحسین و آفرین وے لب کشاد، در مدینہ طیبہ مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد عرب ضیافتِ صاحب ترجمہ کرد، بعد نماز عشاء صاحب ترجمہ در مسجدِ خیف تنہا توقف نمود، درآں جا بشارت مغفرت یافتہ۔" [۹]

ترجمہ: ۱۲۹۵ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں کے اکابر علما

مفتی شافعیہ سید احمد دحلان، مفتی حنفیہ عبدالرحمٰن سراج سے حدیث و فقہ و اصول و تفسیر اور دوسرے علوم میں سند لی۔

ایک روز نمازِ مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام پر ادا کی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل نے سابقہ تعارف کے بغیر مولانا احمد رضا خاں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے۔ وہاں دیر تک آپ کی پیشانی تھامے رہے اور فرمایا: "میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں۔"

اس کے بعد امام شافعیہ نے آپ کو صحاح ستہ میں اور سلسلۂ قادریہ میں اپنے دستخط خاص سے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین رکھا، سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمۃ تک گیارہ واسطے ہیں۔

مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایما پر مذہب شافعیہ میں مناسکِ حج پر اُن کے رسالے جوہرۂ مضیہ کی دو روز میں شرح لکھی اور اس کا نام "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیہ" رکھا۔ جب یہ شرح شیخ موصوف کے پاس لے گئے تو شیخ نے تحسین و آفرین کہا۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ صاحب زادۂ مولانا محمد بن محمد عرب نے آپ کی دعوت کی۔ اسی روز نمازِ عشاء کے بعد مسجد خیف میں تنہا قیام کیا، یہاں آپ کو مغفرت کی بشارت ملی"۔

دوسرے سفرِ حج کے دوران احمد رضا خاں بریلوی سے حرمین شریفین میں جو سوالات کیے گئے، جو مناظرے ہوئے اور ان کے جواب میں جو کتابیں لکھیں اور ان کتابوں کی جو پذیرائی ہوئی اور حرمین شریفین کے بیش تر علما نے ان کتابوں پر جو تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں وہ عالمِ اسلام میں مولانا کی شہرت کے اہم اسباب ہیں۔

مولانا کی وہ تصانیف جس سے علماے عرب نے فیض اٹھایا اور اپنے اپنے تاثرات قلم بند کیے اور مولانا کی شہرت و مقبولیت کو چار چاند لگا دیے، وہ تصانیف قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین۔ (۱۲۹۳ھ/۱۸۷۷ء)
۲۔ المستند المعتمد فی نجاۃ الابد۔ (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)
۳۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)
۴۔ الاجازۃ الرضویہ لمبجل البھیۃ۔ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)
۵۔ الاجازۃ المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ۔ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
۶۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم۔ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
۷۔ الفیوض المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ۔ (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء)

ان میں بعض کتابوں کی وجہ تالیف کو لکھنا ضروری سمجھتی ہوں۔ اس سے یہ اندازہ ہوجائے گا کہ یہ کتابیں کیوں لکھی گئیں اور ان کتابوں پر علمائے حرمین کے کیا تاثرات تھے۔

۱) فتاویٰ الحرمین: یہ استفتا وفتویٰ تقریباً چالیس صفحات پر مبنی ہے۔ یہ ندوۃ العلما کے بارے میں محدث بریلوی کے ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ مولانا بریلوی اپنے عربی اشعار میں اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

"فما هوالا شغل عشرين ساعة ... وعنها الى السجدات والاكل يفرد

فما كان ذا الا بتوفيق ربنا ... له الحمد حمدا دائما يتأ به"۔ [۱]

بقول احمد رضا یہ کتاب ۲۰ گھنٹے کی محنت کا ثمرہ ہے۔ ۱۶رشوال ۱۳۱۷ھ کو بعد نمازِ صبح سے لے کر ۱۷رشوال ۱۳۱۷ھ طلوعِ فجر سے پہلے مسودہ مکمل کرلیا۔ جب یہ ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل مسودہ علمائے حرمین شریفین کے پاس پہنچا، تو انہوں نے ان جوابات کی تصدیق کی۔ چنانچہ مکۂ معظمہ کے سولہ اور مدینہ منورہ کے سات علمائے کرام نے اس کی تصدیق وتوثیق فرمائی۔ تصدیقات پیش کرنے والے علما میں حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ احمد رضا کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے اور ساتھ ہی آپ کو بلند القاب وآداب سے بھی نوازا گیا ہے۔

۲) المستند المعتمد بناء نجاة الابد: احمد رضا بریلوی نے شاہ فضلِ رسول بدایونی کی عربی تصنیف "المعتقد المنتقد" (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر "المعتمد المستند" کے نام سے عربی میں تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا۔ [۱۱] مولانا کی یہ تصنیف ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں علمائے حرمین کے سامنے پیش کی گئی۔ اس پر ۳۷ علما نے اپنی اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں۔ [۱۲] محدث بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں بعض معاصرین کی قابلِ اعتراض نگارشات کے مطالعے کے بعد اُن کا تعاقب کرتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔

۳) الدولة المكيه بالمادة الغيبيه: مسئلۂ علمِ غیب پر محدث بریلوی کی یہ تصنیف دوسرے حج بیت اللہ کے دوران ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ وہ تصنیف ہے جس نے احمد رضا کو عرب وعجم، معترضین ومعمدوحین اور ہر خاص وعام میں مقبول بنایا۔ آپ حج بیت اللہ کے لیے مکۂ معظمہ حاضر ہوئے تو وہاں مخالفین نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ مولانا بریلوی علمِ مصطفیٰ کو علمِ الٰہی کے مثل قرار دیتے ہیں۔ شریفِ مکہ کی طرف سے محدث بریلوی سے اس مسئلے پر چند سوالات کیے گئے۔ فاضل بریلوی نے اس استفتا کے جواب میں مسئلۂ علمِ غیب پر ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا، جس کا تاریخی نام "الدولة المكيه"

ہے۔ اس میں علمِ ریاضی، فلسفہ اور منطق سے متعلق بعض مباحث موجود ہیں۔ اس مقالے کے مباحثِ علمیہ سے شریف مکّہ اور علمائے حرمین شریفین بہت متاثر ہوئے اور تقریباً ۵۰ علمائے حرمین اور ۱۵ دیگر بلادِ اسلامیہ کے علما نے اس پر تقاریظ لکھیں۔ ان تقاریظ کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

اب ان تقاریظ میں سے بعض تقریظ کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے جس سے بخوبی یہ اندازہ ہوجائے گا کہ علمائے حرمین شریفین، کتاب اور صاحبِ کتاب کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ ان جلیل القدر علما وفضلا کی تقاریظ کو بھی امام احمد رضا کی شہرت و مقبولیت کا ایک عظیم سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔

عربی تقریظ کا ترجمہ و تلخیص:

احمد الحسنی الجزائری بن السعید احمد المدنی

(مفتی مالکیہ، مکّہ معظمہ)

''علامۂ زماں، یکتائے روزگار، منظورِ انظار، سید عدنان، منبعِ عرفان، حضرت مولانا شیخ احمد رضا خان کا رسالہ ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' کا مطالعہ کیا۔ یہ ایسی تالیف ہے جس سے ہر صاحبِ توفیق سمجھ دار انسان نفع حاصل کرے گا۔ مصنف پر یہ الزام کہ علمِ الٰہی اور علمِ مصطفیٰ (ﷺ) میں مساوات کے قائل ہیں، اس رسالے کے مطالعے سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ رسالے میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو اپنے افضال سے نوازے اور مسلمانوں میں اُن جیسے بہت سے علما پیدا کرے۔ آمین'' (۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

محمود بن علی عبدالرحمٰن الشوبل

(مدرّس حرمِ نبوی، مدینہ منورہ)

''بندۂ حقیر، مدرّس حرمِ نبوی محمود بن شیخ عبدالرحمٰن شوبل عرض کرتا ہے کہ حضرت عالمِ النحریر، دراکۃ الشہیر، امام، مرشد، شیخ احمد رضا خان ہندی کی تالیف (الدولۃ المکیہ) میں نے مطالعہ کی۔ اس کے مضامین امام الانبیا سید الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم پر عجیب انداز سے لکھے گئے ہیں۔ اس کو آنکھوں کے پانی سے دلوں پر لکھنا چاہیے۔'' (یکم ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

یوسف بن اسماعیل النبہانی

(بیروت)

''اس سال ۱۳۳۱ھ میں مدینہ منورہ میں بعض افاضل علما خصوصاً سید عبدالباری بن علامہ سید امین رضوان نے خواہش ظاہر کی کہ میں علامہ امام احمد رضا خان کی تالیف 'الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ' پر تقریظ لکھوں، ان سے قبل عالمِ باعمل، شیخ فاضل شیخ کریم اللہ ہندی نے بیروت کے پتے پر

مجھ سے خط و کتابت کی تھی۔ جب اس دفعہ سید عبدالباری نے کتاب میرے پاس بھیجی تو میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں زیادہ نفع بخش اور مفید پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی مستحکم ہیں جو ایک امام کبیر، علامہ اجل ہی کی طرف سے ظاہر ہوسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف سے راضی رہے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے۔ آمین!" (صفر ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

محمد یٰسین بن سعید

(مدرّس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

"ادیب لبیب شیخ احمد رضا خاں کی تالیف 'الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ' مطالعہ کی اور اس کو قابل قبول پایا کیونکہ یہ ان باتوں سے پاک ہے، جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ اور اس میں ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کو آپ کے طفیل مقبولیت و سعادت عطا فرمائے اور ان کی تمام امیدیں و آرزوئیں برلائے۔ آمین" (رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء)

عبدالقادر حلمی الحسنی الخطیب

(مدینہ منورہ)

"جب میں مدینہ منورہ میں زیارتِ روضۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا تو بعض احباب نے علامۃ الدہر حضرت مولانا شیخ احمد رضا صاحب کی تالیف 'الدولۃ المکیہ' کو دیکھنے کے لیے اصرار کیا۔ چونکہ وطن واپسی کا وقت قریب آ چکا تھا، اس لیے جلدی جلدی رسالۂ مذکورہ کو پڑھا، میں نے اسے سرچشمۂ تحقیق پایا۔ اس سے واضح ہوگیا کہ مؤلف علامہ کے بارے میں جو یہ مشہور کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، سراسر جھوٹ بہتان ہے۔ اس الزام کے خلاف یہ کتاب ایک روشن ثبوت ہے۔" (۲۲/ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

سید عمر بن سید مصطفیٰ غیطہ

(مدینہ منورہ)

"سعادتِ ابدیہ کا امیدوار سید عمر بن مصطفےٰ غیطہ، خادم حدیث حرم نبوی عرض کرتا ہے کہ حضرت علامہ عارف ربانی، استاد کبیر، عالم بے نظیر، حضرت شیخ احمد رضا خان کی تالیف 'الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ' مسجد نبوی میں مجھے سُنائی گئی۔ میں نے اس کو مختصر مگر جامع و صحیح پایا۔ یہ وہم کی تاریکی سے نکال کر فہم کی روشنی کی طرف لے جاتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو مفید بنائے۔ آمین" (۲۴/ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

حسین بن محمد

(مدرّسِ حرمِ نبوی، مکّہ معظمہ)

''عالم و عامل، سنّی کامل شیخ احمد رضا خاں بریلوی کی تالیف 'الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ' مَیں نے مطالعہ کی۔ اس میں ایسی قوی دلیلیں ہیں جو مخالفین کو خاموش کردیتی ہیں۔ جو شخص بھی اس کتاب کے مقابلے پر کوئی نظریہ پیش کرے گا، مغلوب ہوگا۔'' (صفر۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)

عبدالکریم ابن التارزی بن عزور التونسی

(مدرّس حرمِ نبوی، مدینہ منورہ)

''استاذ کامل فریدِ عصر، یگانۂ دہر حضرتِ علامہ شیخ احمد رضا خاں کی تالیف 'الدولۃ المکیہ' دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے مضامین قابلِ اتباع ہیں۔ جو حقیقت میں الہاماتِ ربانیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان جیسے افراد بکثرت پیدا فرمائے۔ آمین''

شیخ علی بن علی الرحمانی

(مدرّسِ حرمِ نبوی، مدینہ منورہ)

''یہ رسالہ عالمِ علامہ، بحرِ فہامہ، معدنِ فصاحت و براعت، اجل علما اہلِ سُنّت و جماعت، مولانا واستاذنا شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ہے۔ مَیں نے اس رسالے کو شافی وکافی اور جامع و وافی پایا جو مؤلفِ بزرگ کے کمالِ علم پر دلالت کرتا ہے۔ بے شک وہ اکابر علمائے اہلِ سُنّت میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی ذات اور اُن کی تصانیف سے نفع پہنچائے اور اُن کے برکات ونفعات ہم پر اور تمام مسلمانوں پر لوٹا رہے، آمین۔ مَیں نے اس بزرگ اور بلند مرتبہ تالیف کے مطالعے کی تاریخ لکھی ہے۔''

محمد توفیق الایوبی الانصاری

(مدینہ منورہ)

''رسالہ 'الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ' جو حجم میں چھوٹا ہے، معلومات کے لحاظ سے بڑا ہے۔ فاضل مصنف سے میری التجا ہے کہ اپنی دعاؤں میں مجھے شامل رکھیں۔ ان کی دعائیں قبولیت کے شایانِ شان ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلصانہ محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے اور آخرت میں اپنی کامل نعمتوں سے سرفراز فرمائے، آمین!

بے شک مصنف پاکیزہ بیان والے ہیں۔ انھوں نے اپنے پاکیزہ دلائل بیان کرکے مخلوق و خالق کے علم میں فرق کردیا ہے اور اپنے بے خطا تیر سے حقیقت کے جگر کا شکار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جیسی ہستیاں زیادہ سے زیادہ پیدا فرمائے اور اپنے جود وسخا کی بارشیں کرے، آمین!''

مصطفیٰ ابن التارزی بن عزوز التونسی

(مدرّس حرمِ نبوی، مدینہ منورہ)

"مَیں نے رسالہ الدولۃ المکیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا ہے، اس کے مؤلف رہبر و رہنما، علامہ اکبر اور عمدۃ الفہامۃ ہیں۔ اپنے علم و کمال کی وجہ سے مشہور ہیں۔ عارف باللہ ہیں اور ہر حال و مقام میں اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں۔ یعنی ہمارے سردار احمد رضا خاں صاحب ان کی مساعی مقبول و محمود ہو۔ ان کی عنایات بلند اور لطف و کرم ہمیشہ ہمیشہ جاری رہیں۔ مَیں نے اس رسالے کی اصولی باتوں کے لفظی جواہر کی طرف توجہ اور اس کے باغِ معنی کے پھولوں میں فکر کو جولاں کیا تو مَیں نے اس کے بے مثال موتیوں کو خوش بیان اور خوب مضبوط پایا۔ اس کے روشن فائدوں سے ذہنوں کے باغوں میں روشنیاں پھیل گئیں۔ اس کی شاخیں اور جڑیں فیصلہ کن اور واضح قرآنی آیتوں صحیح و مشہور حدیثوں اور اعلیٰ قسم کے عقلی روشن دلیلوں سے لدی ہوئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کمالاتِ علمیہ کی پاسبان ہے اور عقائدِ اہلِ سُنّت و جماعت کے عین مطابق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کی حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے جس نے آپ کو یہ علوم عطا فرمائے۔ اس سے انکار ایک جاہل ہی کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو خوب خوب نوازے۔ وہ استادِ کامل اور جامع (معقول و منقول) ہیں، وہ ابرِ باراں کی طرح فیض رساں ہیں۔ انہوں نے بندگانِ خدا کو فائدے پہنچائے اور ان کو راہ دکھائی۔ انھوں نے شہروں کو روشن کیا۔ یہ اُن کی شرف و بزرگی اور حسنِ سیرت کی دلیل ہے اور ان کے اخلاص، پاکیزگی، طبعی ذکاوت اور آگہی کا روشن ثبوت، وہ معقول و منقول اور اصول و فروع کے میدانوں میں گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ان جیسے اور بہت سے پیدا کرے۔ آمین!

(۱۰/۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)

ہدایۃ اللّٰہ بن محمود بن محمد سعیدالسندی البکری

(مدینہ منورہ)

بندۂ ضعیف جب ۹ر محرم ۱۳۳۰ھ کو چھٹی مرتبہ زیارتِ روضۂ مبارکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے حاضر ہوا تو زیارت کے بعد مواجہۂ شریفہ میں جامع الفضائل والخصائل مولانا محمد کریم اللہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجدد مائۂ حاضرہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ شیخ احمد رضا خان حنفی کی تالیفِ جلیل "الدولۃ المکیۃ" کا ذکر کیا۔ میں عرصۂ دراز سے اس رسالے کا مشتاق تھا، یہ میری دیرینہ آرزو مولانا ئے مذکور کی وساطت سے پوری ہوئی۔ مَیں نے کتاب کا مطالعہ کیا اور محظوظ ہوا۔ اس قدر مسرور

ہوا کہ زبان و قلم دونوں اس کے بیان سے عاجز ہیں۔ میں نے تحقیق و تدقیق میں اس رسالے کو خوب سے خوب پایا اور مجھے یقین ہو گیا کہ شنید دید کی مانند نہیں۔ جو کچھ حضرت مؤلف علامہ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مؤلف علامہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، یہ الزام سراسر جھوٹ ہے، جو مخالفین کے حسد و بغاوت کی پیداوار ہے۔ بلکہ ان کے جہل مرکب اور کند ذہنی کی دلیل ہے۔ کاش ان کو معلوم ہوتا کہ حسد صرف جسم کو ہلاک کرتا ہے اور حاسد کبھی رہبر نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی جھوٹی قوم سے شکایت ہے جو افترا پر فخر کرتے ہوئے اس آیۂ کریمہ سے روگرداں ہے: ''انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون'' ان لوگوں کی گھٹیا درجے کی حرکتوں میں یہ ہے کہ اپنی گڑھی ہوئی باتوں کو مشہور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی اس آیۂ کریمہ کو بھول جاتے ہیں: ''انّ الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً واثماً مبیناً''، کاش ان لوگوں کی آنکھوں پر حسد و بغض کے پردے نہ ہوتے تو مذکورہ رسالے کے کئی مقامات پر مؤلف علامہ کی تحریر کی روشنی میں اپنے باطل دعوؤں کو پادر ہوا پاتے۔ مثلاً نظر اوّل میں مؤلف فرماتے ہیں: ''علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ جو بھی علم ذاتی میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ بھی کسی کے لیے ثابت کرے گا تو وہ کافر و مشرک ہے۔'' اور فرماتے ہیں: ''علم غیر متناہی کمّی اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔'' اور فرماتے ہیں: ''کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے علم کو تفصیلاً، شرعاً اور عقلاً احاطہ نہیں کر سکتا بلکہ تمامی جہانوں کے علوم جمع کیے جائیں تو ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علوم کے سامنے ایک قطرے کے ہزارویں حصے میں سے کسی ایک حصے کی ہزار ہا سمندروں کی طرف نسبت کی مانند ہے۔''

نظر ثانی میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ کائنات کے علم کی مساوات کا خیال بھی کسی مسلمان کے دل میں نہیں آ سکتا۔''

نظر ثالث میں فرماتے ہیں: ''علم ذاتی مطلق محیط تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، مخلوقات کو صرف علم عطائی حاصل ہے۔''

نظر خامس میں فرماتے ہیں: ''ہم کسی مخلوق کا علم اللہ کے علم کے برابر اور مستقل نہیں مانتے بلکہ بعض عطائی فرماتے ہیں۔ پس مخالفین مساوات کا ڈھنڈورا کیسے پیٹتے ہیں، کیسے حق سے ہٹ جاتے ہیں۔'' (۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء)

محمد آفندی الحکیم

(دمشق)

''باغ و بہار، بے مثل کتاب، ''الدولۃ المکیۃ'' کے مطالعے سے محظوظ ہوا۔ میری معرفت

میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی۔ یہ کتاب مؤلف علامہ کے معارفِ نقلیہ وعقلیہ اور شریعتِ محمدیہ کے لیے ان کی غیرت پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علما بکثرت پیدا کرے جو ہدایت وارشاد کے لیے آفتاب بن کر چمکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثبت کرتے رہیں، آمین۔"
(۱۷رصفر المظفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)

محمد امین سوید
(دمشق)

علامہ کبیر، فہامہ شہیر، محقق ومدقق کامل، شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" مطالعہ کیا۔ مَیں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ دار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جوہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک چمن جو عقاید اہلِ ایمان کا نچوڑ ہے۔

بے شک علمِ ذاتی محیط اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرتا ہے جس سے وہ پہلے ناآشنا تھے۔ یہ ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی تعلیم پر موقوف ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لیے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے ناآشنا ہے۔
(۱۶رربیع الآخر ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

محمد عارف بن محی الدین بن احمد السہیر بالمحملجی
(دمشق)

"علامہ شہیر شیخ احمد رضا خاں کی تالیف کردہ کتاب "الدولۃ المکیۃ" کی بعض عبارات کو دیکھا، یہ اپنے موضوع پر کافی اور جامع ہے۔ اس میں اہلِ حق کے مطابق عقاید کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ ان کا کلام اُن کے کمالِ علم پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم سے ہمیں متمتع فرمائے۔ آمین!"
(رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۰ء)

محمد تاج الدّین بن محمّد بدر الدّین
(دمشق)

۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے "الدولۃ المکیۃ" کے مطالعہ کے لیے کہا گیا۔ چنانچہ مَیں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے۔ مَیں نے

اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں۔ جو اپنے ہم شکلوں میں بہترین اور قدر و منزلت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!

مَیں نے چند جوہات کی وجہ سے تقریظ میں اختصار کو پیش نظر رکھا، پہلی بات تو یہ ہے کہ مؤلف کے اوصاف تفصیل و تطویل سے بے نیاز ہیں، دوسری بات یہ کہ مَیں دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا ہو رہا ہوں، آنکھیں اشک بار ہیں اور یہ تقریظ لکھ رہا ہوں۔" (۹ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

محمد يحيىٰ المكتبى الحسينى

(دمشق)

"مجاور مدینۃ النبی استاد و محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت سے علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولة المكية" کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ میں نے اس رسالے کو عقاید سلف کے مطابق پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیوب کے متعلق خبر دینا، آپ کی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی "ابواب الصحیح" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ کوئی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں کو غیب پر مطلع نہیں کیا ہے کیوں کہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا واقعہ، اور تو اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے واقعات، اور ہمارے زمانے میں استاد شیخ محمد بدرالدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں جو اخبار غیبیہ سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور مسلمانوں کے قلوب کو منور فرمائے اور ہم تمام لوگوں کو ان باتوں کی توفیق عطا فرمائے جن میں اُس کی اور اُس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو، آمین!"

(۷ رصفر ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

محمد القاسمى

(دمشق)

"عالم و عامل، فاضل و کامل، حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولة المكية بالمادة الغيبية" مطالعہ کیا، یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن بات ہے اور حکمت سے معمور ہے۔ مؤلف قابل مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور و فکر کے بعد گروہ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کر دیا۔ یہ عین حق ہے کیونکہ مؤلف کتاب، فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا پیچ

ہے۔ وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ ان کی فضیلت کا یقین، دشمن و دوست دونوں کو ہے۔ ان کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم کو ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، آمین!'' (۲ر رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

محمد عطاء اللہ العتم

(دمشق)

کتاب ''الدولة المکیة'' مطالعہ کیا۔ یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن و حدیث و اقوالِ صحیحہ پر مشتمل ہے۔ مؤلف علامہ حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام و خواص پر ہمیشہ جاری رہے۔ انہوں نے اچھی تحقیق کر کے عوام کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے طفیل ہماری اور ان کی مدد فرمائے اور حسنِ خاتمہ فرمائے، آمین!''

(ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء)

ابراهیم عبدالمعطی

(قاہرہ)

''یہ رسالہ نہایت ہی منزلت والا ایک بلند مینار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو دینِ حق اور مشربِ صحیح کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اس کے پڑھنے والے کو نفع بخشے، آمین!''

عبدالرحمٰن المدخنن المصری

(قاہرہ)

''ماہ رمضان المعظم ۱۳۲۹ھ میں اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ہم زیارتِ قبر شریف سیّد الموجود صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مشرف ہوئے۔ یہاں مدینہ منورہ کے بعض افاضل نے رسالہ ہٰذا ''الدولة المکیة'' کی خبر دی۔ میری زندگی کی قسم! مصنف نے اس میں اختصار کے ساتھ کافی و وافی دلائل جمع کر دیے ہیں۔ تطویل سے کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ علمائے اہلِ سُنّت و جماعت کی مدد فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو نیک بات سُنتے بھی ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، والحمد للہ ربّ العٰلمین!''

محمد سعید بن عبد القادر قادری نقشبندی

(بغداد شریف)

''میں نے اس رسالے پر پوری نگاہ ڈالی، جو کچھ فاضل امام، فخرِ انام مولانا مولوی احمد رضا خاں نے تحریر فرمایا ہے وہ مستحکم دلائل اور بلند براہین پر مبنی ہے اور یہی اہلِ ایمان کا قول ہے۔ بلاشبہ جو ان کلمات و اقوال کی مخالفت کرے وہ اہلِ کفر و طغیان میں ہے اور یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں،

دینِ اسلام میں واضح ہے۔"

موسیٰ علی الشافی الازہری الاحمدی الدردیری

(مدینہ منورہ)

"میں نے رسالہ "الدولة المکیة" کا مطالعہ کیا، اس کو شفا پایا اور اہلِ حق یعنی اہلِ سُنّت و جماعت کے دلوں کی دوا۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مصنف کو اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام کے صدقے میں دونوں جہاں میں اپنی عنایات نازل فرمائے۔ اس لیے کہ وہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معجزۂ علمِ غیب کی تائید کے لیے کھڑے ہوگئے، جس سے کتاب اللہ اور حدیثیں بھری ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مسئلہ آفتابِ نصف النہار طرح روشن ہوگیا۔

مصنفِ کتاب اماموں کے امام، اس اُمّت کے دین کے مجدّد ہیں۔ یقین کے نور اور قلوب کے انوار کی تائید سے آراستہ ہیں ...... کون؟...... شیخ احمد رضا خاں! اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہاں میں قبول و رضوان عطا فرمائے۔ آمین!" (یکم ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء)

۴۔ <u>الاجازت الرضویہ لمبجل بکة البھیہ اور ۵۔ الاجازت المتیہ لعلماء بکة و المدینہ:</u>

یہ دونوں کتابیں ان سندات پر مشتمل ہیں جو احمد رضا خاں محدّث بریلوی نے علمائے اسلام کو عنایت فرمائیں۔ اس کے علاوہ اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو علمائے اسلام نے امام احمد رضا خاں کو ارسال فرمائے تھے۔

مدینہ منورہ میں بھی محدّث بریلوی سے بیش تر علما نے اجازات حاصل کیں۔ علامہ نے بہت سے علما کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی اور بعض علما سے یہ وعدہ کیا کہ وطن واپسی کے بعد سندات ارسال کردی جائیں گی۔ جیسے شیخ عمر بن حمدان المرسی، سید مامون البری، شیخ الدلائل شیخ محمد سعید وغیرہ۔ فاضل بریلوی کی وطن واپسی کے بعد جب سندات کی ترسیل میں تاخیر ہوئی تو ان حضرات نے مولانا بریلوی کے پاس خط لکھے۔ سیّد اسمٰعیل خلیل (۱۳۲۱ھ/۱۹۲۰ء) نے سندات کی ترسیل کی یاد دہانی کے لیے خط لکھا۔ چنانچہ اپنے مکتوب محررہ (۱۶/ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) میں لکھتے ہیں: "وعدتم الحقیر واخاہ بارسال الاجازت بمر ویاتکم فلم نات، فکان اقرب الناس الیکم ابعدھم او کنا نسیاً منسیاً" [۱۴]

ترجمہ: "آپ نے حقیر اور اس کے بھائی سے اپنی مرویات کی اجازت بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن ابھی تک اجازت موصول نہیں ہوئی، جو آپ سے زیادہ قریب تھا وہ بہت دور ہوگیا یا ہمیں بالکل

ہی بھلا دیا گیا؟"

اسی طرح سید مامون البری مدنی اپنے مکتوب (محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) میں سندات کی ترسیل کی یاددہانی کراتے ہوئے لکھتے ہیں: "وقد وقع منکم الوعد عند وصولکم الی المدینة الطیبة بان تمخوا من فضلکم الاجازة فی علوم الحدیث والتفسیر وغیرھا للفقیر، والفقیر منتظر انجاز ذالک الوعد و کتابته وارساله الخیر فبرما وعد" ۱۵

تلخیص: "مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ علومِ حدیث وتفسیر وغیرہ میں حقیر کو سند واجازت تحریر فرما کر ارسال کریں گے۔ فقیر ایفائے وعدہ کا منتظر ہے۔"

وطن واپسی کے بعد علامہ بریلوی کے پاس علمائے حرمین شریفین کے بہت سے خطوط پہنچے۔ ان خطوط کو پڑھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علمائے حرمین شریفین کے دلوں میں علامہ بریلوی کے لیے کس قدر محبت وعقیدت تھی۔ سید اسماعیل خلیل (حافظ کتب الحرام) اپنے ایک مکتوب محررہ ۱۲؍رجب المرجب ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء میں محدث بریلوی کے مکتوب موصول ہونے پر اپنی خوشی کا اظہار فرماتے ہیں۔

"وصلنا عزیز مشرفکم علی طراز ثقار علماء المدینة المنورہ علی صاحبھا افضل الصلوٰۃ والسلام فقرأناہ والسرور والحبور متزایدات و تلوناہ والدموع والزافرات متتابعات. فما علمنا ھل ذالک لشدۃ الاشتیاق ام لعدم حصول الوصال والتلاق۔" ۱۶

ترجمہ وتلخیص: ہمیں آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اس کو پڑھا تو خوشی پر خوشی میسر آئی اور آگے پڑھا تو آنسو بہنے لگے اور آہوں سے ہچکیاں بندھ گئیں۔ نہ معلوم یہ کیفیت شدتِ اشتیاق کی وجہ سے پیدا ہوئی یا وصل وملاقات سے حرماں نصیبی کی وجہ سے۔

۶۔ کفل الفقیه الفاھم فی احکام القرطاس والدراھم: امام احمد رضا محدث بریلوی کی یہ کتاب ان کی شہرت ومقبولیت کے سلسلے کی ایک مضبوط کڑی ہے۔ "کفل الفقیه" کیوں لکھی گئی؟ کتنے دنوں میں لکھی گئی؟ یہ کتاب کن علما کے سوال کے جواب میں ہے اور اس کتاب کو علمائے حرمین شریفین میں کیا شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی؟ اس کا تفصیلی ذکر خود مصنف کتاب مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے کیا ہے۔

ترجمۂ عربی: "۱۱؍محرم ۱۳۲۴ھ میں مکہ معظمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبداللہ میرداد امام مسجد الحرام اور ان کے استاد مولانا حامد احمد محمد جدوری نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہ کا سوال اس فقیر سے کیا، جس کے جواب میں بفضلِ وہاب عزّ جلالہ ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ "کفل الفقیه" وہیں لکھ دیا۔" ۱۷

جب یہ رسالہ مکمل ہو کر علمائے حرمین شریفین کے سامنے پہنچا تو علمائے حرمین شریفین نے تسلی بخش جواب اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتاب کو دیکھ کر کتاب اور صاحب کتاب دونوں کو قدر و

منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ خود فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

ترجمۂ عربی: ''مکّہ مکرمہ کے اجلّ علمائے کرام وفقیہانِ عظام نے ''کفل الفقیہ الفاھم'' کو ملاحظہ فرمایا، پڑھ کر سُنایا، اس کی نقلیں لیں اور بحمداللہ تعالیٰ سب نے ایک زبان مدحیں کیں۔ جیسے حضرت شیخ الائمہ والخطبا کبیر العلما مولانا احمد ابوالخیر میرداد حنفی، حضرت عالم العلما مفتی سابق و قاضی حال علامہ مولانا شیخ صالح کمال حنفی، حضرت مولانا حافظ کتب الحرام، فاضل سید اسماعیل خلیل حنفی، حضرت مفتی حنفیہ عبداللہ صدیقی، رحمہم اللہ تعالیٰ'' ۱۸

اگرچہ نوٹ کے بارے میں مولانا بریلوی سے پہلے مفتی مکّہ معظمہ شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی سے سوال کیا جا چکا تھا لیکن انہوں نے جواب دینے سے اعراض کیا اور صرف یہ تحریر فرمایا۔ ''العلم امانة فی اعناق العلماء واللّٰہ تعالیٰ اعلم'' ۱۹

ترجمہ: ''علم علما کی گردنوں میں امانت ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلمؔ''

مفتی حنفیہ عبداللہ بن صدیق کے علم میں یہ بات تھی کہ مفتی مکّہ سے نوٹ کے بارے میں سوال کیا گیا تھا لیکن اس کا جواب نہ دے سکے۔ چنانچہ جب انہوں نے ''کفل الفقیہ الفاہم'' کا مطالعہ کیا تو جواب پڑھ کر بے ساختہ کہہ اُٹھے:

''این کان شیخ جمال بن عبدالله من هذا النص الصریح۔'' ۲۰

یعنی: ''شیخ جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے؟''

جس عبارت پر مفتی حنفیہ بے ساختہ بول پڑے وہ فتح القدیر کی یہ عبارت ہے: ''لو باع کاغذة بالف یجوز ولا یکرہ''۔ ۲۱

''کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچتا ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔''

''کفل الفقیه الفاهم'' کی وجہ سے مولانا کو علمائے حرمین شریفین میں جو شہرت و مقبولیت ملی وہ اظہر من الشمس ہے۔ علما جوق در جوق آپ سے ملاقات کرنے آتے اور آپ سے شرفِ تلمذ بھی حاصل کرتے۔

سابق قاضی مکہ شیخ صالح کمال مولانا کی فقیہانہ بصیرت سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ اپنے دورِ قضاۃ کے ایک ایک فیصلہ سناتے اور اگر مولانا بریلوی ان فیصلوں کی توثیق فرماتے تو آپ خوش ہو جاتے اور اگر ردّ فرماتے تو افسوس کرتے کہ غلط فیصلہ کیوں کر دیا۔ ۲۲

احمد رضا خاں محدث بریلوی کی شہرت و مقبولیت علمائے حرمین شریفین میں نہ صرف اُن کے وقت میں تھی بلکہ عہدِ جدید میں بھی اپنے علم وفضل اور فقہی بصیرت کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں غلام مصطفےٰ (شاگرد امجد علی علیہ الرحمہ، مدرّس مدرسہ عربیہ

اشرف العلوم، گھوڑا مارا، راج شاہی، مشرقی پاکستان) زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔
مولانا موصوف نے اپنے اس سفر مبارک کے حالات و واقعات کو ایک سفرنامے کی شکل میں ۱۹۶۰ء میں شائع کیا۔ اس سفرنامے میں مولانا غلام مصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں کہ ''مولانا مفتی سعد اللہ مکی فرماتے تھے کہ بلادِ عرب میں عموماً اور حرمین طیبین میں خصوصاً علمائے کرام جس قدر فاضل بریلوی سے واقف ہیں خود ہندستان کے لوگ نہیں۔ چنانچہ مولانا مفتی سعد اللہ مکی نے بطور آزمائش مولانا غلام مصطفیٰ کو ان کے رفقا کے ساتھ مولانا سیّد محمد علوی مالکی کی خدمت میں بھیجا، جو اس وقت مکۂ معظمہ میں قاضی القضاۃ تھے۔ اور آپ کے والد فاضل بریلوی کے ہم عصر تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے رفقا سیّد محمد علوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا تعارف پیش کیا۔ ''نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولینا احمد رضا خان الفاضل البریلوی رحمۃ اللہ علیہ'' ۴۳

اتنا سن کر سیّد علوی صاحب کھڑے ہوگئے اور ہر ایک سے معانقہ فرمایا اور کہا ''نحن نعرفه بتصنيفاته و تاليفاته حبه علامة السنة و بغضه علامة البدعة'' ترجمہ: ہم اُن کو اُن کی تصنیفات و تالیفات سے پہچانتے ہیں۔ ان سے محبت سُنّت کی نشانی ہے اور ان سے عداوت، بدعتی کی نشانی ہے۔''

مولانا غلام مصطفیٰ نے اپنے سفرنامے میں ایک اور شخص مولانا عبدالرحمٰن درویش کا ذکر کیا ہے جو تقریباً اسی سال کے تھے۔ آپ مولانا بریلوی کے قیامِ حجاز کے زمانے میں جوان العمر تھے۔ مولانا موصوف فرماتے تھے:

> ''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے، اور اتنا احترام فرماتے کہ مَیں نے اتنا احترام کسی ہندستانی عالم کا نہیں دیکھا۔'' ۴۴

محدّث بریلوی کی بے پناہ علمی صلاحیتوں کی بنا پر علمائے عرب نے آپ سے سندات و اجازات لیں اور زانوئے تلمذ بھی تہہ کیے۔ نہ صرف قیامِ حرمین طیبین کے درمیان ہی آپ سے استفادہ کیا، بلکہ وطن واپسی کے بعد آپ کے شہر بریلی آ کر بھی استفادہ کیا۔ مولانا عبدالقادر مدنی کے صاحب زادے مولوی سیّد حسین مدنی علمِ ادفاق اور علمِ تکسیر کی تحصیل کے لیے بریلی آئے اور چودہ ماہ یہاں قیام فرمایا۔ فاضل بریلوی نے مولانا سیّد حسین مدنی کے لیے اس فن میں اطائب الاکسیر فی علم التکسیر ۴۵ نام کا یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

جس شخصیت کی جتنی ہی مخالفت کی جاتی ہے وہ اتنی ہی شہرت کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ لوگ

مخالفت کی وجہ سے اس شخصیت کو پڑھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنے اپنے انداز سے اس شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر کیوں اس شخص کی اتنی مخالفت ہورہی ہے۔ اس حقیقت کو جاننے کا جب تجسس پیدا ہوتا ہے تو قاری بغض وعناد کا چشمہ اُتار کر غیر جانب داری کے ساتھ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس کو اس شخصیت میں کچھ متاثر کردینے والی چیزیں نظر آتی ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو مخالفت بھی قاری اور مداحوں کی تعداد کو بڑھانے میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ چنانچہ جلیل القدر عالم اور زبردست فقیہہ مولانا سراج احمد (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) جو ستر سال تک درس دیتے رہے اور نصف صدی تک فتویٰ نویسی کے کام کو انجام دیا۔ مولانا سراج احمد خود فرماتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں یہ بات ذہن نشین کردی گئی تھی کہ مولوی احمد رضا کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے اور ان کی تصنیفات تحقیقی نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے تبحر علمی کو غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ آپ آگے فرماتے ہیں کہ اتفاق سے رسالہ میراث کی تالیف کے وقت ایک مسئلے میں اُلجھن پیدا ہوگئی تھی۔ اس مسئلے کے بارے میں علمائے دہلی، علمائے سہارنپور اور علمائے دیوبند سے استفتا طلب کیا گیا۔ علامہ نے بڑا مدلّل اور تسلی بخش جواب دیا۔ اس جواب سے مولانا سراج احمد صاحب پر جو اثر ہوا، اس کا بیان خود ان کے الفاظ میں دیکھیے:

> ''اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے متعلق میرا انداز فکر یکسر تبدیل ہوگیا اور ان کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقاید و نظریات کے بارے میں حجابات آہستہ آہستہ اُٹھ رہے ہیں۔'' ۲٦

مولانا سراج احمد اپنے مکتوب (بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری) میں مولوی نظام الدین احمد پوری (مسلکاً وہابی) کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسئلے کے سلسلے میں جب میں نے فاضل بریلوی کا رسالہ ''الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذهبی'' کے چند اوراق پڑھ کر سنائے تو آپ حیرت و تعجب میں پڑ گئے اور فرمایا: ''یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے! افسوس میں اُن کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔''

> پھر جب چند مسائل فقہ کے جوابات رسائل رضویہ سے سنائے گئے تو فرمایا:
>
> ''علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔'' ۲۷

کی کتاب ''خالص الاعتقاد'' پر پڑی تو فوراً بول اُٹھے ''این مجموعة فتاوىٰ الشيخ احمد رضا خان البريلوى؟'' حاضرین نے ان کی بات سُنی ان سُنی کردی۔ لیکن جب اس کی اطلاع مولانا تحسین اختر مصباحی کو ملی تو آپ ملاقات کی غرض سے ان کی قیام گاہ روم نمبر ۱۴۰، کلارک اودھ ہوٹل (لکھنؤ) ڈھائی بجے دن میں پہنچے۔ اس وقت پروفیسر عبدالفتاح ابو غدہ کو صدر جمہوریۂ ہند جناب فخر الدین علی احمد مرحوم کے یہاں دعوت میں جانا تھا، اس لیے آپ تیاریوں میں مصروف تھے۔ مولانا کہتے ہیں دورانِ گفتگو مَیں نے پوچھا ''سمعت انت تشتاق الى مطالعة مجموعة فتاوىٰ الشيخ الامام احمد رضا'' (مَیں نے سُنا ہے کہ آپ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں) فتاویٰ رضویہ کا نام سُنتے ہی شیخ کا چہرہ دمک اُٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں کہا، ہاں! کیا آپ کے پاس موجود ہے؟ مَیں نے کہا، اس وقت تو نہ مل سکے گی مگر ان شاء اللہ بہت جلد بذریعہ ڈاک ارسال کردوں گا۔ میرا دوسرا سوال تھا ''كيف عرفت علمه و فضله'' (آپ اُن کے علم و فضل سے کیسے متعارف ہوئے؟) اس سوال سے اُن کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی۔ فرمایا، عطر بہر حال عطر ہی ہے۔ کتنا بھی اسے بند شیشی میں رکھا جائے، اس کی بھینی بھینی خوشبو اہلِ ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے۔ اس کے بعد شیخ نے جواباً عرض کیا:

> ''میرے ایک دوست کہیں سفر پر جارہے تھے۔ ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی میں نے جلدی جلدی میں ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا۔ عبارت کی روانی اور کتاب و سُنّت و اقوالِ سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر مَیں حیران و ششدرہ رہ گیا۔ اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد مَیں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔'' ۳۹

علمائے عرب کو مولانا کی عربی تصانیف پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ حافظِ کتبِ حرم سید اسمٰعیل بن خلیل نے علامہ بریلوی کا ردالمحتار پر ان کا حاشیہ طلب فرماتے ہوئے لکھا: ''تحررا تكم التى على حاشية ابن عابدين لا يخفا خبابكم انّى من المحتاجين اليها جعلكم الله من المحسنين۔'' ۴۰

اور اسی طرح مولانا سید مامون البری مدنی، محدث بریلوی کی عربی تصنیفات کے مطالعے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''نرجو ايضا من حضرتكم ان ترسلوا لنا بعضاً من تاليفكم العربيه'' ۴۱ آپ کی بارگاہ سے اُمید ہے کہ اپنی بعض تالیفات عربیہ ارسال فرمائیں گے۔

مولانا کی شہرت و مقبولیت اور بے پناہ علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کوئی انہیں ''مجدّد'' کہتا ہے تو کوئی ''اماموں کا امام''۔ جیسے حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن سید خلیل

مولوی نظام الدین احمد پوری (وہابی) اپنے معاصرین میں علما میں سے کسی کو ہم پلہ نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن انھوں نے فاضل بریلوی کے تبحر علمی کا اعتراف فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے:

"مولانا احمد رضا خان بریلوی کے فتوے عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بنے۔ آپ کے فتوؤں کو دیکھ کر آپ کی فقیہانہ شان کا اعتراف حافظ کتب حرم شیخ اسماعیل بن خلیل نے ان الفاظ میں کیا: "واللّٰہ اقول والحق اقول انہ لورر اھا ابو حنیفہ النعمان لاقرت عینہ ولجعل مؤلفا من جملۃ الاصحاب۔" ۲۸

ترجمہ: قسم بخدا بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر ابو حنیفہ نعمان آپ کا فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔"

احمد رضا بریلوی نے عقلی علوم و فنون خصوصاً سائنس اور ریاضی کو علوم دینیہ بالخصوص فقہ کے لیے لازم و ملزوم سمجھا۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے۔ محدث بریلوی نے فقہی مسائل کی تشریح و توضیح میں لوگارثم (Logarthim)، اکسپونشیل سیریز (Exponential Series)، علم کیمیا (Chemistry)، الجبرا، ٹرگنومیٹری (Trignometry)، مثلث کروی (Spherical Trignometry)، علم طبیعات (Physics) میں روشنی (Light) اور صوت (Sound) نیز ارضیات (Geology)، علم الحیوانات (Zoology)، علم نباتات (Botany) اور میڈیکل سائنس (Medical Science) کا وغیرہ کا استعمال کیا ہے۔

احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ سے آج بھی لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ نہ صرف ہند و پاک بلکہ عرب ممالک کے لوگ آج بھی فاضل بریلوی کے فتاویٰ کو دیکھ کر ان کو خراج تحسین پیش کرتے اور اس کو پڑھنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ مولانا کے فتاویٰ سے متعلق ایک واقعہ ندوہ (لکھنؤ) کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر دیکھنے کو ملا۔

بقول مولانا یٰسین اختر مصباحی ۲۵ تا ۲۸ رشوال ۱۳۹۵ھ کو ندوۃ العلما لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا۔ اس میں ملکی اور غیر ملکی مہمان شریک ہوئے تھے۔ عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) میں کتابوں کی نمائش کا انتظام تھا۔ بڑے بڑے طغروں میں ہندستان کی عبقری اور یگانۂ روزگار شخصیتوں کے نام اور اُن کی اعلیٰ و ممتاز ترین تصنیفات فن وار مندرج تھیں۔ فاضل بریلوی کی بھی کتاب عقاید و کلام کے نقشے میں "خالص الاعتقاد" اور فقہ کے طغرے میں "النیر ۃ الوضیہ" تھی۔ چنانچہ ایک مشہور شامی عالم شیخ عبدالفتاح ابو غدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعہ محمد بن سعود یونی ورسٹی، ریاض، سعودی عرب) جو عربی زبان کی پچیسوں کتابوں کے مصنف تھے، ان کی نگاہ جب احمد رضا خاں بریلوی

فرماتے ہیں: "بل اقول لو قیل فی حقه انّه مجدّد هذا القرن لکان حقاً وصدقاً" ۳۲؎ "بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بے شک یہ بات سچی و صحیح ہے۔"

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی دردیروی مدنی نے محدث بریلوی کے علم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا "امام الائمه المجدّد لهذه الامة" ۳۳؎ "اماموں کے امام اور اس امت مسلمہ کے مجدد۔"

مولانا سید مامون البری مدنی نے محدث بریلوی کی شخصیت کو اس طرح دیکھا "فهو الحقیق بان یقال انّه فی عصره او حد کیف وفضله اشهر من نار علیٰ علم" ۳۴؎ "وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ ان جیسا ان کے زمانے میں کوئی نہیں کیونکہ ان کا فضل وکمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے جو پہاڑ پر جلائی جاتی ہے۔"

علمائے حرمین شریفین میں احمد رضا خاں بریلوی کی جو قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ اس واقعے سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مکہ معظمہ میں شیخ الخطبا مولانا شیخ ابو الخیر میر داد ضعیفی کی وجہ سے احمد رضا خاں کے پاس ملاقات کی غرض سے نہ آسکے تو انہوں نے مولانا بریلوی کو بلایا اور انہیں کی زبانی ان کا تالیف کردہ رسالہ "الدولة المکیه" جو علمائے حرمین شریفین میں محدث بریلوی کی شہرت کا سبب بنی، سماعت فرمائی۔ جب مولانا بریلوی، شیخ کے پاس سے رخصت ہونے لگے تو شیخ میر داد کے زانوے مبارک کو ہاتھ لگایا تو آپ نے بے ساختہ ارشاد فرمایا "انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعلکم" ۳۵؎ "ہم آپ کے پیروں کو بوسہ دیں، ہم آپ کی جوتیوں کو چومیں"۔

احمد رضا محدث بریلوی نے نہ صرف مشرقی دنیا میں بلکہ مغربی دنیا میں بھی اپنے علم و فضل کا لوہا منوا کر اپنی شہرت کا پرچم لہرایا۔ مولانا بریلوی نے ایک امریکی ہیئت داں پروفیسر البرٹ الیف پورٹا کی پیشین گوئی کے رد میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ "معین مبین بهر دور شمس و سکون زمین" لکھا۔ اس پیشین گوئی کی تفصیل یہ ہے کہ "۱۹۱۹ء میں پروفیسر البرٹ نے جو مشی گن یونی ورسٹی (امریکہ) اور لیڈن یونی ورسٹی (اٹلی) سے وابستہ تھے، نے ایک پیشین گوئی کی کہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی ستاروں کے جمع ہونے سے جذب و کشش کی وجہ سے ممالکِ متحدہ میں زبردست تباہی مچے گی۔ یہ خبر اخبار "ایکسپریس" (بانکی پور، بھارت) میں شائع ہوئی۔ جب پروفیسر البرٹ کی اس پیشین گوئی کی خبر محدث بریلوی کو ہوئی تو انہوں نے پیشین گوئی کو لغو قرار دیا اور اس کے رد میں ایک علمی اور تحقیقی مقالہ "معین مبین" کے عنوان سے لکھا جو "الرضا" (بریلی) میں شائع ہوا۔ ۳۶؎

مولانا بریلوی نے سترہ دلائل سے اس پیشین گوئی کا رد کیا۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو یہ پیشین گوئی کی گئی جو ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو واقع ہونی تھی۔ دنیا کے تمام ہیئت داں ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو دوربین لیے دیکھتے

رہے ۳۷؎ مگر وہ تباہی نہ مچی جس کی پروفیسر البرٹ نے پیشین گوئی کی تھی۔ بلکہ فاضل بریلوی کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی۔ علامہ بریلوی نے جن مغربی سائنس دانوں کا تعاقب کیا ان میں گیلی لیو، ہرشل، کپلر، کوپر نیکس، آئزک نیوٹن، البرٹ ایف پوٹا اور البرٹ آئن اسٹائن کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مغربی سائنس دانوں میں نیوٹن اور آئن سٹائن کی ریاضیاتی اور سائنسی خدمات بہت اہم ہیں۔ احمد رضا بریلوی نے ان دونوں میں نیوٹن کا بالخصوص تعاقب کیا ہے۔

اپنی تصنیف ''فوزِ مبین در ردّ حرکتِ زمین'' میں اعلیٰ حضرت نے نیوٹن کے نظریات کا ردّ کیا اور زبردست تعاقب کیا۔ احمد رضا خاں بریلوی کے ردّ و تعاقب کی خوبی یہ ہے کہ مخالف اپنے دعوے میں جس علم و فن کی کتب سے دلیلیں دیتا ہے وہ اسی علم و فن سے اس کا ردّ فرماتے ہیں۔ ۳۸؎

احمد رضا بریلوی نے قرآن، تفسیر و حدیث کے علوم کی روشنی میں غیر اسلامی سائنسی نظریات کا ردّ کیا اور تعاقب فرمایا۔ اس سے بھی مولانا احمد رضا شہرت و مقبولیت کے بامِ عروج پر شہ نشین ہوئے۔

مولانا کی عبقری شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج دنیا بھر میں بہت سے ادارے آپ پر کام کر رہے ہیں جس سے اُن کے نام اور کام کا آوازہ دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ رہا ہے۔ (۱) رضا اکیڈمی، ممبئی (۲) ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی (۳) رضا اکیڈمی۔ لاہور (۴) رضا اکیڈمی، ساؤتھ افریقہ (۵) رضا اکیڈمی، برطانیہ (۶) المجمع الاسلامی، مبارک پور (۷) تحریکِ فکرِ رضا، ممبئی وغیرہ۔

رضا اکیڈمی، ممبئی: یہ اکیڈمی ۱۹۷۸ء میں قائم ہوئی۔ اس کے بانی الحاج محمد سعید نوری ہیں۔ اس اکیڈمی نے اب تک مختلف عناوین پر ایک ہزار سے زاید کتابیں شائع کی ہیں۔ جن میں ڈھائی سو سے زاید احمد رضا بریلوی کی کتب و رسائل ہیں۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی: یہ کراچی، پاکستان کا مشہور ادارہ ہے، جس نے احمد رضا بریلوی پر کثیر تعداد میں عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں لٹریچر شائع کر کے دنیا بھر میں پھیلایا۔

رضا اکیڈمی، لاہور: اس اکیڈمی نے بھی ۱۹۹۴ء تک سو (۱۰۰) سے زاید کتابیں شائع کی ہیں، جس میں اکثر کتابیں رضویات سے متعلق ہیں۔ ۳۹؎

امام احمد رضا اکیڈمی، ساؤتھ افریقہ: یہ ادارہ ڈربن، ساؤتھ افریقہ میں قائم ہے۔ اس کے بانی مولانا عبدالہادی برکاتی ہیں۔ مولانا نے فاضل بریلوی کی کئی تصانیف کے انگریزی تراجم کر کے شائع کیے۔ نیز انگریزی لٹریچر شائع کر کے افریقہ، انگلستان، فرانس بلکہ تمام یورپ میں پھیلایا۔

رضا اکیڈمی، برطانیہ: اس ادارے کے بانی حاجی محمد الیاس کشمیری ہیں۔ انہوں نے اپنے

انگریزی رسالے ''اسلامک ٹائمز'' کے ذریعے پیغامِ رضا کو مغربی ممالک کے انگریزی داں طبقے تک پہنچایا ہے۔ مزید برآں اس اکیڈمی نے احمد رضا بریلوی اور دوسرے علما کی تصنیفات کے انگریزی تراجم بھی شائع کیے ہیں۔

احمد رضا بریلوی پر بہت سے مضامین اور تاثرات کا اظہار ہمیں اس وقت کے اخبار و رسائل ''دبدبۂ سکندری'' رام پور اور ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ وغیرہ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان اخبار و رسائل میں کہیں آپ کے کلام پر تبصرہ ملتا ہے تو کہیں فتاویٰ پر، کبھی خود آپ کی شخصیت سے متعلق مضامین دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ''دبدبۂ سکندری'' شمارہ ۱۲/ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۱۲ء بروز دوشنبہ جلد نمبر ۴۸ کے صفحہ نمبر ۳ پر شاہ محمد افضل حسن صابری نائب ایڈیٹر (دبدبۂ سکندری) لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس کا جو رتبہ ہے اسے آنکھوں والوں سے پوچھیے، نابینا ہرگز کسی بات کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ یہ بتا سکتا ہے کہ کسی قصرِ فضل وکمال کا کون سا درجہ، کس صنعت و دست کاری سے بن سنور کر مرتب ہوا ہے۔ بلکہ وہ تو ساری دنیا کو اپنی ہی مثل جانتا اور سمجھتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ چند چشمانِ عقل کے اندھے اس ملائک صفت بشر کے علوِ مرتبت میں چہ می گوئیاں کر رہے ہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی اس میں معاذ اللہ کسی طرح کی مرتبت واقع نہیں ہوتی۔......'' [۳۹]

بیش تر علوم وفنون پر مہارت، ہزار کتب و رسائل، ترجمۂ قرآن پاک اور بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ''فتاوٰی رضویہ'' علامہ بریلوی کی شخصیت کو زندہ رکھنے کے لیے ایک مضبوط حصار ہے۔

کچھوچھہ شریف کے صوفی، صحافی مولانا سید محمد جیلانی اشرفی احمد رضا بریلوی کی شخصیت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵ علوم وفنون پر ایک ہزار کتب و رسائل تصنیف فرمائیں۔ عشق و ایمان سے بھر پور ترجمۂ قرآن دیا۔ بارہ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ ''فتاوٰی رضویہ'' کی شکل میں عطا کیا۔ اگر ہم ان علمی اور تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵ سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر پانچ گھنٹے میں امام احمد رضا ہمیں ایک کتاب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا، امام احمد رضا تن تنہا انجام دیکر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔'' [۴۱]

محدّث بریلوی کے وہ تمام کارنامے جو دنیاے اسلام میں آپ کی شہرت و مقبولیت کا سبب

بنیں اس کی ہلکی سی جھلک پیش کی گئی جس سے آپ کی عبقری شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

OOOOOOOO

حوالہ جات

۱) ۱۹۱۶ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ازہر (قاہرہ)، جامعہ عین الشمس (قاہرہ)، جامعہ بغداد، جامعہ حلوان وغیرہ میں درس دیتے رہے۔ شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، یورپ، ترکی، ایران وغیرہ کی ۲۶/جامعات آپ کے علمی فیض سے مستفیض ہوچکی ہیں۔ آپ نے گیارہ زبان میں پڑھایا۔ تصانیف میں ۶۸ کتابیں اور اردو، عربی، فارسی میں ۶/دواوین بھی ہیں۔ آپ مختلف ممالک سے اعزازات بھی حاصل کرچکے ہیں۔ (امام احمد رضا اور عالم اسلام، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء، ص ۲۸)

۲) امام احمد رضا اور عالم اسلام، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ ص ۲۸

۳) تاریخ ادبیاتِ مسلمانِ پاکستان و ہند، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۴۰۲

۴) المیزان (بمبئی) امام احمد رضا نمبر۔ مارچ ۱۹۷۶ء۔ ص ۴۴۵

۵) امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد۔ ادارہ مسعودیہ، کراچی ۱۹۹۰ء ص ۵۲

۶) دی میسیج انٹرنیشنل، کراچی، شمارہ مئی ۱۹۸۱ء، ص ۴۳۔۴۴

۷) امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۹۰

۸) ہفت روز افق، کراچی۔ شمارہ ۶/فروری ۱۹۸۰ء ص ۳۱

۹) تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، رحمٰن علی، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۴ء، ص ۱۵۔۱۶

۱۰) رسائل رضویہ، عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری، جلد اوّل، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء، ص ۴۰

۱۱) یہ متن اور حواشی لاہور اور استنبول سے شائع ہوچکے ہیں۔

۱۲) تفصیل کے لیے دیکھیے: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۵ء

۱۳) ترجمہ و تلخیص، پروفیسر محمد مسعود احمد، کراچی، پاکستان

۱۴) الاجازات المتینہ۔ حامد رضا خان، ص ۹۔۱۰

۱۵) الاجازات المتینہ۔ حامد رضا خان، ص ۱۳۔۱۴

۱۶) الاجازات المتینہ۔ حامد رضا خان، ص ۱۱

۱۷) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم، مطبوعہ، لاہور، ص ۱۶۶

۱۸) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم، مطبوعہ، لاہور، ص ۶۶

۱۹) الملفوظ، احمد رضا خان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، ص ۱۳۷۔۱۳۸

(۲۰) الملفوظ، احمد رضا خان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، ص ۱۹
(۲۱) سوانح اعلیٰ حضرت، بدرالدین احمد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸۲
(۲۲) الملفوظ، احمد رضا خان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، ص ۲۱ (ملخصاً)
(۲۳) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ معمولات الابرار بمعانی الآ ثار، مأ لفہ عبدالمصطفےٰ اعظمی، لکھنؤ، ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء، ص ۲۰۰،
(۲۴) معمولات الابرار بمعانی الآ ثار، مأ لفہ عبدالمصطفےٰ اعظمی، لکھنؤ، ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء، ص ۳۰۲
(۲۵) سوانح اعلیٰ حضرت، بدرالدین احمد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸۶ اور الملفوظ، حصہ دوم، احمد رضا خان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، ص ۳۸
(۲۶) سوانح سراج الفقہا، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، ص ۳۳
(۲۷) سوانح سراج الفقہا، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، ص ۳۴
(۲۸) رسائل رضویہ، جلد ۲، احمد رضا خان، ص ۲۵۸ (مکتوب سیّد اسماعیل بن خلیل محررہ ۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ بنام امام احمد رضا)
(۲۹) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، یٰسین اختر مصباحی، مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۵۲۔۱۵۴
(۳۰) مکتوب سیّد اسماعیل بن خلیل، محررہ ۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ بنام امام احمد رضا
(۳۱) مکتوب سیّد مامون البری مدنی، محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ بنام امام احمد رضا
(۳۲) حسام الحرمین، احمد رضا خان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۵۱
(۳۳) الدولۃ المکیہ، احمد رضا خان، مطبوعہ کراچی، ص ۲۶۲
(۳۴) مکتوب سیّد مامون البری مدنی، رسائل رضویہ، جلد اوّل، ص ۱۳۶
(۳۵) الملفوظ، جلد اوّل، احمد رضا خان، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۹ھ، ص
(۳۶) الرضا (بریلی)، شمارہ صفر ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء وربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء
(۳۷) نیویارک ٹائمز (نیویارک)، شمارہ ۱۶ و ۱۸/ دسمبر ۱۹۱۹ء
(۳۸) افکار رضا ممبئی (سہ ماہی)، اپریل تا جون ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۔۲۳
(۳۹) افکار رضا ممبئی (سہ ماہی)، ۲۰۰۷ء، ص ۴۷
(۴۰) دبدبۂ سکندری، رامپور، یکم اپریل ۱۹۱۲ء، جلد ۴۸، ص ۳
(۴۱) ماہ نامہ قاری، دہلی۔ امام احمد رضا نمبر، ۱۹۸۹ء، ص ۲۸

☆☆☆☆☆☆☆